السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

1۔ ایک شخص نے نمازِ تراویح پڑھائی، چھ رکعت پڑھ کر تین وتر پڑھ لیے۔ کیا درست ہے یا نہیں؟ اس کے صواب یا ناصواب ہونے میں حدیث و آثار سے کیا مروی ہے؟

2۔ یہ نمازِ تراویح نمازِ تہجد ہے یا نہیں یا ایسی نماز ہے کہ رات کی نماز کہی جاسکے؟ اس کا حکم رات کی نماز کا سا، یعنی دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت پڑھ لینا درست ہے یا نہیں؟

3۔ جس طرح نمازِ وتر کے واسطے یہ حکم ہے کہ آخر رات میں پڑھی جائے، اگر کسی سے نہ ہوسکے تو اول رات میں پڑھ لے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا نمازِ تراویح اس طرح پڑھے کہ نماز تہجد کی ہو بوجہ رمضان کے اور لوگوں کو مشقت و تکلیف میں نہ پڑنے اور ثواب سے نہ محروم رہنے کے لیے آپ نے اول رات میں اجازت فرمائی ہوں، جس طرح وتر کے لیے اول رات میں پڑھنے کی اجازت فرمائی؟ جواب قرآن و حدیث و آثار یا ائمہ محدثین سے ہو۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جواب: ان سوالوں کا جواب رسالہ ''رکعات التراویح'' سے حاصل کیجیے، جو تیسری بار دہلی میں چھپا ہے۔[1]

بیس رکعت تراویح کا ثبوت:[2]

سوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ قیامِ رمضان یعنی تراویح کسی حدیث صحیح مرفوع متصل الاسناد سے بیس رکعت کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا خلفاے اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بر تقدیرِ عدمِ ثبوت پڑھنا بیس رکعت کا افضل ہے یا گیارہ رکعت کا؟

جواب: ماہرینِ شریعت غرا پر مخفی نہ رہے کہ پڑھنا بیس رکعت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اس واسطے کہ صحیح حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا ہے، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں یا غیر رمضان میں زیادہ گیارہ رکعت (سے) نہیں پڑھتے تھے۔[3] لیکن یہ روایت محمول ہے اوپر عادتِ غالبہ آنحضرت کے۔ اس لیے کہ رات کی نماز پڑھنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طور سے پایا گیا ہے۔ کبھی تیرہ، کبھی گیارہ، کبھی نو، کبھی سات، جیسا کہ مزاولانِ کتبِ صحاح ستہ پر مخفی نہیں ہے اور وہ جو روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے، سو اس کا جواب دو طرح سے دیا جاتا ہے:

1۔ اول تو یہ حدیث ضعیف ہے، چنانچہ اس امر کا اقرار ابن الہمام نے بھی ''فتح القدیر'' میں کیا ہے:

''وأما ما روی ابن أبي شیبة والطبراني، وعنه البیهقي، من حدیث ابن عباس أنه صلی اللہ علیه وسلم یصلي في رمضان عشرین رکعة سوی الوتر فضعیف بأبي شیبة إبراهیم بن عثمان جد الإمام أبي بکر بن أبي شیبة متفق علی ضعفه مع مخالفته للصحیح'' انتهی ما في فتح القدیر۔[4]

لیکن وہ روایت جس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور جو امام بیہقی کے ہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت [(تراویح) پڑھتے تھے تو یہ روایت امام ابو بکر بن ابی شیبہ کے دادے ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ چنانچہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ نیز اس میں صحیح کی مخالفت کا عیب بھی پایا جاتا ہے]

2۔ دوسرے یہ کہ یہ روایت ہی مخالف اس حدیث کی ہے، جس کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وھو هذا:

''عن جابر أنه صلی اللہ علیه وسلم صلّٰی بهم في رمضان ثمان رکعات والوتر'' کذا في تخریج الهدایة للحافظ ابن حجر العسقلاني۔[5]

[جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رمضان میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھایا]

علی ہذا القیاس بیس رکعت کا پڑھنا خلفاے اربعہ سے بھی ثابت نہیں ہوا۔ ہاں بعض روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت پڑھتے تھے، جیسا کہ روایت سائب بن یزید سے جو امام بیہقی نے کتاب المعرفہ میں روایت کیا ہے معلوم ہوتا ہے،[6] لیکن یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس سے پڑھنا بیس رکعت کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نہیں ثابت ہوتا، ہاں رضائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ثابت ہوتی ہے اور یہ روایت مخالف ہے اس کے، جو امام مالک نے موطا میں سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں سائب بن یزید کہ حکم کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو کہ نمازِ تراویح کی پڑھائیں وہ دونوں

پس مطابقت دونوں روایتوں میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ مختلف تھے، کبھی بیس رکعت پڑھتے تھے اور کبھی گیارہ۔ باقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا گیارہ رکعت [7]، لوگوں کو گیارہ رکعت ہی پر ثابت (ہے)۔ پس اگر کوئی کبھی بیس رکعت پڑھ لے تو اس پر انکار نہیں پہنچتا۔ ہاں گیارہ کا پڑھنا بہ نسبت بیس کے اولیٰ اور افضل ہے، اس واسطے کہ یہی ہے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خلفا کی، پس اتباع ساتھ سنتِ رسول اللہ اور سنتِ خلفا کے نیک (ٹھیک) ہے۔

[قال اللہ تعالیٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الأحزاب ۲۱]

[اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ یقینا تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے]

الحدیث۔ [8] ((وقال النبی: ((علیکم بسنتی وسنۃ الخلفائِ الراشدین المھدیین

[نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کے طریقے کو اختیار کرو]

الغرض بیس رکعت کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ التزام نہ کرے، اس لیے کہ مباح شے کے التزام کرنے سے وہ شے بدعت ہو جاتی ہے۔ پس اس زمانے میں جو لوگوں نے بیس ہی کا التزام کرلیا ہے بدعت ہوگا۔

رواہ مسلم وابن ماجہ، وقال الطیبی: فیہ إن من أصر قال عبد اللہ رضی اللہ عنہ: لا یجعل أحدکم للشیطان نصیباً من صلاتہ یری حقا علیہ ألا ینصرف إلا عن یمینہ، ولقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ [9]'' علی أمر مندوب وجعل عرفا ولم یعمل بالرخصۃ فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال فکیف علی من أصر علی بدعۃ أو منکر۔'' کذا فی حاشیۃ ابن ماجہ [10]

عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے۔ (وہ اس طرح) کہ صرف دائیں طرف سے گھومنا (اللہ کا حق اور اپنا) فرض سمجھ لے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں] طرف سے گھومتے دیکھا ہے۔ اس کو امام مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے بارے میں طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے: یقینا جس نے مندوب امر پر اصرار کیا اور اس کو عرف بنا دیا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو شیطان نے اسے گمراہ کر دیا تو اس وقت کیا حال ہوگا، جب وہ کسی بدعت اور منکر کام پر اصرار کرے؟

---

[1] یہ رسالہ حضرت حافظ صاحب غازی پوری کے دیگر رسائل کے ساتھ عن قریب طبع ہوگا۔ ان شاء ا

[2] فتاویٰ مولانا ابو المکارم مئوي (ص: ۲۶)

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۱۰۹۶) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۳۸)

[4] فتح القدیر (۱/ ۴۶۷)

[5] صحیح ابن خزیمۃ (۲/ ۱۳۸) صحیح ابن حبان (۶/ ۱۶۹)

[6] معرفۃ السنن والآثار (۴/ ۴۲)

[7] موطأ الإمام مالک (۱/ ۱۱۵) معرفۃ السنن والآثار (۴/ ۴۲)

[8] سنن الترمذي، رقم الحدیث (۲۶۷۶)

[9] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۰۸) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث (۹۳۰)

[10] حاشیہ سنن ابن ماجہ (ص: ۶۶)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبد اللہ غازی پوری

کتاب الصلاۃ، صفحہ: 241

محدث فتویٰ